مولانا محمد اسحٰق بھٹی

امام سفیان ثوری رح

سلسلۂ نسب

ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی۔ ائمہ مجتہدین میں سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

سفیان بن سعید بن مسروق بن رافع بن عبداللہ بن موہبہ بن ابی بن عبداللہ بن منقذ بن نصر بن حارث بن ثعلبہ بن عامر بن ملکان بن ثور بن عبد مناۃ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار۔

تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی نے کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ ہیثم بن عدی کی روایت سے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ البتہ ابوعبداللہ محمد بن خلف تیمی سے یوں مروی ہے: سفیان بن سعید بن مسروق بن حمزہ بن حبیب بن نافع بن موہبہ بن ابی بن عبداللہ بن نصر بن ثعلبہ بن ملکان۔

الانساب میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ ابن القیسرانی نے الجمع بین رجال الصحیحین میں اور خزرجی نے الخلاصہ میں اس میں "ابی بن عبداللہ" اور "ثعلبہ" کو حذف کر کے "نصر" کے بعد "حکم" کا اضافہ کیا ہے نیز "عامر" کے بجائے "مالک" کا ذکر کیا ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں "نصر بن حکم بن حارث" اور "ثعلبہ بن ملکان" لکھا ہے۔ حاکم کے نزدیک ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

سفیان بن سعید بن مسروق بن نافع بن عبداللہ بن موہبہ بن عبداللہ بن منقذ بن نصر بن مازن بن ثعلبہ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار۔ تاریخ کبیر بخاری کی رو سے ان کا سلسلۂ نسب عدنانیہ کے قبیلہ طابخہ سے تعلق رکھنے والے ثور بن عبد مناۃ سے ملتا ہے نہ کہ قحطانیہ کے ثور ہمدان سے۔

خاندان

ان کے والد سعید بن مسروق ابوسفیان کوفہ کے ثقات محدثین میں سے تھے۔ ابن معین، ابوحاتم

عجلی، نسائی اور ابن المدینی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ انھوں نے ابو وائل، ابراہیم تیمی، خیثمہ بن عبدالرحمٰن، سلمہ بن کہیل، شعبی، عکرمہ اور عون بن ابی جحیفہ سے احادیث بیان کیں اور ان سے اعمش، شعبہ بن حجاج، ابو عوانہ، فرزندان سفیان مبارک اور بہت سے لوگوں نے روایت کی۔

سعید بن مسروق کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ ابن ابی عاصم کا کہنا ہے کہ ۱۲۶ھ (۷۴۳ء) میں فوت ہوئے۔ ابن قانع کہتے ہیں، اُن کی وفات ۱۲۷ھ (۷۴۴ء) میں ہوئی۔ امام احمد اور ابن حبان نے ان کا سنِ وفات ۱۲۸ھ (۷۴۵ء) تحریر کیا ہے۔

ولادت

سفیان ثوری کی ولادت "اثیر" کے مقام پر ہوئی جو کوفہ کے علاقہ میں ایک صحرا ہے اور وہ مقام ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غالی نصیریوں کو آگ میں جلایا تھا۔ اُن کے سنِ ولادت میں قدرے اختلاف ہے۔ واقدی کی روایت کے مطابق جس کی طبقات ابن سعد میں بھی متابعت کی گئی ہے۔ یہ ۹۷ھ (۷۱۵ء) میں پیدا ہوئے۔ خطیب بغدادی نے علی بن صالح سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میرا سالِ ولادت ۱۰۰ھ ہے اور سفیان مجھ سے پانچ سال بڑے تھے۔ ابونعیم سے مروی ہے کہ سفیان ثوری ۱۵۵ھ میں کوفہ سے نکلے اور پھر واپس نہیں لوٹے۔ ان کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں میرے خیال کے مطابق اس وقت وہ ۶۶ برس کے تھے۔

ان دونوں روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۹۵ھ (۷۱۳ء) میں ہوئی۔ وفیات الاعیان اور مرآۃ الجنان میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیان ثوری ۹۶ھ (۷۱۴ء) میں پیدا ہوئے۔ تبریزی کا کہنا ہے کہ ان کا سنِ پیدائش ۹۹ھ (۷۱۷ء) ہے۔ جزری نے ۹۶ھ (۷۱۴ء) کی روایت کو صحیح اور ثقہ قرار دیا ہے۔

والدۂ مکرمہ کا ایثار

ان کی والدۂ مکرمہ عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ ابن جوزی اور زہادی نے ان کا شمار پرہیزگار عورتوں میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ بے شمار مسلمان عورتوں نے ان سے قرآن کی تعلیم حاصل کی اور ان کی اولاد نے بھی لوگوں کو یہ تعلیم دی۔ اس نیک ماں نے اپنے اس بیٹے سے کہا

بیٹا! جاؤ علم حاصل کرو۔ میں چرخہ کات کر تمھیں خرچ دوں گی۔ جب تم بہت سی احادیث لکھ چکو تو دیکھو کہ کیا اپنے اندر مزید طلب محسوس کرتے ہو۔ اگر ایسا ہو تو مزید احادیث کی تلاش میں مصروف ہو جاؤ۔

سفیان کے بھائی عمر بن سعید اور مبارک بن سعید بھی اصحاب علم و فضل بزرگ تھے اور احادیث رسول کے بہت بڑے ذخیرہ کے حافظ و حامل تھے۔ ابن قتیبہ، مقدسی، ابن حزم، حاکم اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے اپنی تصانیف میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کی بہن ام عمارہ بھی محدثہ تھیں جو ۱۸۲ھ (۸۰۱ء) میں فوت ہوئیں۔ سفیان کے اور اعزہ و اقارب بھی تھے، جنھوں نے مستقل طور پر بخارا کو اپنا وطن قرار دے لیا تھا ان میں ان کے دو چچا بھی تھے جن کے پاس جا کر سفیان نے اپنے حق وراثت کا مطالبہ کیا تھا اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

اساتذہ

کوفہ کا علاقہ جہاں سفیان پیدا ہوئے ان دنوں حدیث و فقہ کا اہم مرکز تھا خود ان کا گھرانا حدیث کے سلسلے میں خاص شہرت و ثقاہت اور مرکزیت کا حامل تھا۔ انھوں نے طلب حدیث کے باب میں وہی طریقہ اور انداز اختیار کیا جو ان کے والد محترم نے اختیار کیا تھا۔ انھوں نے فہم و حصول حدیث کے لیے اجلہ محدثین کی طرف رجوع کیا جن میں ابو اسحٰق سبیعی، منصور بن معتمر، سلمیٰ بن کہیل، حبیب بن ثابت، ایوب سختیانی، عاصم الاحول، عمرو بن دینار اور ان کے علاوہ کوفہ، بصرہ اور حجاز وغیرہ کے متعدد تابعین شامل ہیں۔

تلامذہ

ان کی شہرت بلاد اسلامیہ میں پہنچی تو طلبا کے قافلوں کے قافلے حصول حدیث و فقہ کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور اس ضمن میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ اس زمانہ میں بھی منقطع نہ ہوا جب وہ مکہ مکرمہ اور بصرہ میں روپوش تھے۔ ابن ابی حاتم اور خطیب بغدادی وغیرہ نے ان کے مشہور تلامذہ میں شعبہ، مالک بن انس، یحییٰ بن سعید قطان، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک اور سفیان بن عیینہ کا ذکر کیا ہے اور یہ وہ حضرات ہیں جو حدیث و روایت میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

مفسّر کی حیثیت سے

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرآن میں بھی خاص درک رکھتے تھے اور اس میں انھیں بڑا عمق حاصل تھا۔ ان کا شمار اپنے دور کے اکابر مفسرین میں ہوتا ہے۔ ان کا علم قرآن بہت وسیع تھا۔ قرآن کی تلاوت کرتے تو ساتھ ساتھ ہر آیت کی تفسیر بھی بیان کرتے جاتے۔ ان کا فرمان ہے "مجھ سے حج اور قرآن کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ میں ان دونوں کا عالم ہوں" قرآن کے متعلق وہ اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ اس سلسلے میں صحابہ اور تابعین کا اتباع کرتے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنا لے، اور شعبی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "قرآن سے متعلق کذب بیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے سے زیادہ قابلِ مواخذہ ہے کیونکہ قرآن میں کذب بیانی سے کام لینے والا معاملے کو براہِ راست اللہ کی طرف پہنچا دیتا ہے۔"

سفیان ثوری کا فرمان ہے "تفسیر قرآن کا علم چار شخصوں سے حاصل کرو۔ سعید بن جبیر سے، مجاہد سے، عکرمہ سے، اور ضحاک سے!"

تفسیر کے باب میں ان کا زیادہ تر اعتماد مجاہد پر تھا۔ کہا کرتے: "مجاہد کی تفسیر مل جائے تو اسے کافی سمجھو۔ (المعارف ابن قتیبہ)

محدّث کی حیثیت سے

ابن سعد، ابن ابی حاتم، خطیب ذہبی اور حافظ ابن حجر نے اپنی تصانیف میں سفیان اور ان کے مرتبۂ حدیث کا خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ایک محدّث کی حیثیت سے ان کا مقام کتنا بلند تھا۔ اس باب میں ان سے متعلق اکابر ائمہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ چنانچہ شعبہ، ابن عیینہ، ابو عاصم اور ابن معین وغیرہ کہتے ہیں: "سفیان علم حدیث میں امیر المومنین کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

ابن المبارک کا کہنا ہے۔ "میں نے گیارہ سو شائخ سے حدیث لکھی لیکن جو کچھ سفیان سے لکھا وہ سب سے بڑھ گیا۔" اس پر ایک شخص نے کہا "ابو عبدالرحمٰن! آپ نے سعید بن جبیر کو دیکھا ہے اور پھر یہ کہتے ہیں؟" ابن المبارک نے جواب دیا۔ "میں بالکل صحیح کہتا ہوں۔ میں نے سفیان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔"

ابن عیینہ کا بیان ہے " ابنِ عباس کے زمانہ میں ان کے مرتبہ کا کوئی شخص نہ تھا شعبی کے زمانہ میں ان کے مقابلہ کا کوئی نہ تھا اور سفیان ثوری کے زمانہ میں ان کے ہم پلّہ کوئی نہ تھا "

ورقا بن عمر، وکیع بن جراح، عیسیٰ بن یونس اور یحییٰ بن یمان کہتے ہیں: " سفیان نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اُن کے ہم پایہ ہو "

یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے: " میرے نزدیک سفیان ثوری مالک سے زیادہ محبوب ہیں "

ابن معین، یحییٰ بن سعید کے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں " یعنی حدیث، فقہ اور زہد میں "

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: " اگر سفیان ثوری تابعین کے دور میں ہوتے، تو اس جماعت میں ان کو خاص قدر و منزلت کے مالک سمجھا جاتا "

اسمٰعیل بن ابراہیم سے شعبہ اور سفیان کے علم سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: " سفیان کے مقابلہ میں شعبہ کے علم کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں جتنی کہ دریا میں تھوک کی ہو سکتی ہے "

امام مالک فرماتے ہیں " عراق نے پہلے تو مال و دولت اور لباس کے معاطے میں ہم پر سبقت حاصل کی۔ پھر علم کے میدان میں آگے بڑھا۔ حتیٰ کہ سفیان ثوری کا دور آگیا "

اوزاعی کہتے ہیں " سفیان کے سوا کوئی ایسا شخص اب باقی نہیں رہا، جس پر امت برضا و رغبت جمع ہو سکے "

نسائی کا قول ہے: " لفظ " ثقہ " کے اطلاق سے سفیان کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ ان ائمہ میں سے ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو متقین کا امام اور پیشوا مقرر کر دیا ہے "

طبری کا کہنا ہے " وہ فقیہ، عالم، عابد، متقی گوشہ نشین اور راوی حدیث تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، اور صحابہ و ائمہ کے آثار و اقوال کے نقل و روایت میں انتہائی ثقہ، اور امین تھے "

عجلی کہتے ہیں " وہ جو کچھ سنتے حفظ کر لیتے، یہاں تک کہ لوگ ان کی قوتِ حافظہ سے ڈرنے لگے "

خود ثوری اپنے متعلق کہتے ہیں۔ " میں نے جو کچھ اپنے حافظہ کے سپرد کیا اس میں اس نے کسی

نوع کی خیانت نہیں کی۔" یہی وجہ ہے کہ اُن کی مرویات کی تعداد تیس ہزار تک پہنچتی ہے وہ اپنی تمام روایات حفظ کر کے زبانی بیان کرتے تھے لکھ کر نہیں کرتے تھے۔

حسین بن حفص سے پوچھا گیا "کیا سفیان نے احادیث و روایات کی یہ کتابیں تمھارے پاس لکھی ہوئی بیان کی ہیں؟" اس نے کہا "نہیں زبانی بیان کی ہیں۔ طریقہ یہ تھا کہ اصحابِ حدیث ابواب لکھ لیتے اور وہ اسے آگے بیان کر دیتے۔"

تقدمۃ الجرح والتعدیل میں منقول ہے کہ سفیان ثوری جلیل القدر امام تھے اور حفظ و اتقان ضبط و معرفت اور ورع و زہد میں کوئی ان کا حریف نہ تھا، ان میں بڑی خوبی یہ تھی کہ اس درجہ بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود منکسر اور متواضع تھے۔ وہ اپنے کسی کمال اور خوبی کی تشہیر نہ فرماتے۔

فقیہ کی حیثیت سے

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فقہ و قیاس میں بھی اپنے اکثر معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے اور رائے و اجتہاد میں خاص شہرت کے مالک تھے، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ مختلف علاقوں میں پانچویں صدی ہجری تک ان کے فقہی اور اجتہادی مسائل معمول بہا رہے۔ ان کے مقلدین کو ثوری کہا جاتا تھا، جن میں حضرت شیخ جنید بغدادی، ابوصالح حمدون بن احمد القصار نیشاپوری اور اہل دینور کی ایک جماعت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ ان کے مرتبہ فقہ کو جاننے کے لیے یہاں ہم چند چیزیں ذکر کریں گے جو فقہا سے منقول ہیں۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ فریابی نے امام ابن عیینہ کے سامنے ایک فقہی مسئلہ پیش کیا۔ جس کا ابن عیینہ نے اپنے فہم کے مطابق جواب دیا۔ فریابی نے کہا "سفیان ثوری کی رائے تو اس کے خلاف ہے۔" ابن عیینہ نے کہا "تمھاری آنکھیں اب ایسی شخصیت کو کبھی نہیں دیکھ پائیں گی۔" انھوں نے مزید کہا۔ "میں نے سفیان ثوری سے زیادہ حلال و حرام کے مسائل کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔"

حسن بن ربیع (جنھوں نے ابن مبارک کی تفسیل و تکفین کی اور قبر میں اتارا تھا) کہتے ہیں۔ میں نے ابن مبارک سے ان کی وفات سے دو یا تین روز پہلے سنا، فرماتے تھے۔ "میرے نزدیک فقہا کی جماعت میں کسی کو وہ افضلیت اور برتری حاصل نہیں جو سفیان بن سعید کو حاصل ہے۔ میں

نہیں سمجھتا، عبداللہ بن عون ان کے مقابلے میں کیا اہمیت رکھتے ہیں۔"

امام اوزاعی فرماتے ہیں: "اگر مجھے اس امت کے لیے مسائل فقہ کے بارے میں کسی کے انتخاب و پسند کا اختیار دیا جائے تو میں سفیان ثوری کے سوا کسی کو پسند نہ کروں گا۔"

ولید بن مسلم کہتے ہیں: "میں نے سفیان ثوری کو مکہ مکرمہ میں دیکھا کہ وہ علما سے فتوے پوچھتے تھے، مگر اس سے ان کے وقار و احترام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔"

زبیر بن عدی رے کے قاضی تھے، ان کے پاس جو مقدمات آتے ان سے متعلق وہ سفیان ثوری سے فتوے طلب کرتے۔ سفیان ثوری جو فتوے دیتے وہ اس کے مطابق فیصلے کرتے۔

شعیب بن حرب کا قول ہے: "مجھے یقین ہے کہ سفیان کو قیامت کے روز اللہ کی مخلوق پر حجت کے طور پر پیش کیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنے نبی کو تو نہیں دیکھا، سفیان کو تو دیکھا تھا۔ پھر ان کی اقتدا کیوں نہیں کی؟"

ابن المدینی کا فرمان ہے: "احکام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا علم تین شخصوں کو پہنچا اور وہ ہیں عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ عبداللہ بن مسعود سے چھ آدمیوں نے علم حاصل کیا یعنی علقمہ نے، اسود نے، علیدہ نے، حارث بن قیس نے، مسروق نے اور عمرو بن شرحبیل نے۔ ان کا علم ابراہیم نخعی اور شعبی کی طرف منتقل ہوا، ان کا علم ابو اسحاق اور اعمش کے حصہ میں آیا اور پھر ان کا علم سفیان ثوری کو حاصل ہوا۔"

فقہِ سفیان ثوری سے متعلق جو کتابیں خود ثوری اور ان کے مقلدین نے لکھیں، وہ تلف اور حوادثِ زمانہ کی نذر ہو گئیں، لیکن ان کے فقہی اقوال و ارشادات فقہائے حنفیہ اور فقہائے شافعیہ وغیرہ کی بہت سی کتابوں میں منقول ہیں۔ اگر ان کو مختلف کتابوں سے جمع کیا جائے تو فقہِ ثوری پر ایک مستقل کتاب معرضِ تحریر میں آسکتی ہے۔

عقائد

ان کے عقیدہ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے ابن قتیبہ نے المعارف میں اور ابن رستہ نے الاعلاق میں ان کا شمار اصحابِ تشیع میں کیا ہے۔

ذہبی کا کہنا ہے کہ پہلے تو یہ شیعہ تھے لیکن جب تحصیل حدیث کے لیے بصرہ گئے اور ابن عون اور ایوب سے ملاقات کا موقعہ ملا اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا تو شیعیت ترک کر دی اور مسلک اہل سنت اختیار کر لیا۔

فقہ و رجال کی مختلف کتابوں میں ان کے مسلک و عقیدہ پر بحث کی گئی ہے۔ ابن جریر نے بھی اس مسئلہ سے تعرض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بصرے تشریف لے جانے کے بعد انھوں نے شیعیت ترک کر کے مسلک اہل سنت کو اپنا لیا تھا۔ اس موضوع سے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے شعیب بن حرب کی ایک روایت نقل کی ہے جو درج ذیل ہے: شعیب کہتے ہیں۔ میں نے سفیان ثوری سے عرض کیا کہ مجھے سنتِ رسالت مآب کے بارے میں کوئی ایسی اہم بات بتائیے جو بارگاہِ خداوندی میں میرے لیے مفید ثابت ہو۔ قیامت کے روز مجھے اس کے حضور پیش کیا جائے اور اس سلسلے میں وہ مجھ سے سوال کرے تو عرض کروں کہ اے پروردگار! یہ بات مجھے سفیان نے بتائی تھی۔ پھر اگر آپ کی بتائی ہوئی یہ بات اللہ کے نزدیک غلط ہو تو میں نجات پا جاؤں اور آپ پکڑے جائیں۔ اس پر سفیان نے کہا۔ اگر تم یہی چاہتے ہو تو قلم و قرطاس لاؤ اور لکھو:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قرآن مخلوق نہیں، اللہ کا کلام ہے وہ اسی کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ جو شخص اس موقف سے ہٹ کر کوئی بات کہے وہ کافر ہے۔ ایمان، قول و عمل اور نیت سے عبارت ہے جو بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔ شیخین سب سے افضل اور مقدم ہیں۔"

اس کے بعد فرمایا:

"اے شعیب یہ جو کچھ تم نے لکھا اس وقت تک تمھارے لیے سودمند نہیں ہوگا جب تک کہ تم موزوں پر مسح کو جائز نہیں سمجھو گے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے آہستہ پڑھنے کو بالجہر پڑھنے سے افضل نہیں گردانو گے۔ قدر پر ایمان نہیں لاؤ گے۔ ہر نیک و فاجر کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو روا نہیں جانو گے، جہاد کو امت میں قیامت تک کے لیے جاری نہیں مانو گے اور سلطان ظالم ہو یا عادل اس کے جھنڈے تلے بیٹھنے پر صبر سے کام نہیں لو گے۔"

میں نے عرض کیا۔ اے ابو عبداللہ! کیا ہر نماز نیک و فاجر کی اقتدا میں پڑھی جائے؟ فرمایا "نہیں۔ صرف نمازِ جمعہ اور عیدین ہر اس شخص کے پیچھے پڑھ لو جس کو امامت کے فرائض ادا کرتے ہوئے پاؤ۔ رہی دوسری نمازیں تو ان کے بارے میں تمھیں اختیار ہے۔ یہ اسی شخص کے پیچھے پڑھو، جسے ثقہ سمجھو اور یہ جان لو کہ اہل سنت میں سے ہے۔ جب مرنے کے بعد تمھیں اللہ کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ اس کے متعلق تم سے سوال کرے تو کہدو۔ اے پروردگار۔ مجھے سفیان نے اسی طرح بتایا تھا۔ پھر معاملے کو میرے اور اللہ عز و جل کے درمیان چھوڑ دو۔" (تذکرۃ الحفاظ)

اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ امام ثوری رحمہ اللہ کا وہی عقیدہ ہے جو ائمہ اہل سنت کا ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان رضی اللہ دونوں سے یکساں محبت و احترام کے قائل تھے، اسی لیے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کی محبت ذی فہم اور بلند مرتبت لوگوں کے دلوں میں ہی جڑ پکڑ سکتی ہے۔ ان کا فرمان ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم۔! جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ حد سے تجاوز کرتا ہے۔

شہرستانی نے الملل والنحل میں ان کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو اللہ کی صفات کے بارے میں تاویل سے کام نہیں لیتے اور اس کی تشبیہ کے قائل نہیں۔

وہ مرجئہ کے مخالف تھے اور انھیں حق سے دور سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے بڑھتا گھٹتا نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ان سے ایک مرجئی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہا گیا تو انکار کر دیا۔

تاریخ الحکماء (صفحہ ۲۱۴) میں قفطی کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے مشہور یہودی منجم ماشاء اللہ سے ملے اور کہا۔ ماشاء اللہ! تم زحل اور مشتری سے امیدیں باندھتے ہو اور میں ان کے رب سے ڈرتا اور اسی سے توقعات قائم کرتا ہوں۔"

زہد و ورع

امام سفیان ثوری اپنے عہد کے بہت بڑے عابد و زاہد اور صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور ذہبی نے تقدمۃ الجرح والتعدیل میں اس ضمن میں مختلف بزرگوں سے ان کے متعلق متعدد اقوال و واقعات نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ ہر آن اللہ سے خوف زدہ رہتے اور ہر

چھوٹے بڑے معاملہ میں اپنا محاسبہ کرتے۔

یحییٰ بن یمان کہتے ہیں۔ "نہ میں نے سفیان ثوری ایسا کوئی شخص دیکھا اور نہ سفیان نے اپنے مثل کسی کو پایا۔ دنیا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئی اور انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔"

عبدالرحمٰن بن مہدی کا کہنا ہے: "میں نے بے شمار لوگوں کو دیکھا لیکن سفیان ثوری سے زیادہ کسی کو نرم دل نہیں پایا۔ میں نے مسلسل کئی کئی راتیں ان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں شب کو اٹھتے اور "آگ" "آگ"! پکارتے۔" فرمایا کرتے۔ "آتشِ دوزخ کی یاد نے مجھے نیند اور خواہشاتِ نفس سے دور کر دیا ہے۔"

قبیصہ کا بیان ہے۔ "مجھے جب بھی سفیان ثوری کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا، انھوں نے آتشِ جہنم کا ذکر کیا اور میں نے کسی کو ان سے زیادہ موت کو یاد کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں: "میں نے کبھی کسی فقیر اور تنگ دست کو سفیان کی مجلس کے علاوہ کسی مجلس میں معزز اور رفیع المرتبت نہیں پایا اور نہ کسی دولت مند کو سفیان کی مجلس کے علاوہ کسی مجلس میں ذلیل پایا۔"

فرمایا کرتے۔ "زہد، خواہشاتِ نفس کو ترک کر دینے کا نام ہے نہ کہ روکھا سوکھا کھانے اور عبا زیبِ تن کرنے کا۔!"

ابن ثابت کہتے ہیں۔ "میں نے سفیان کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں دیکھا۔ ان کی تمام چیزوں کی قیمت لگائی تو ایک درہم چار دانق تھی۔ ان کی جوتی بھی اسی میں آگئی۔ (ایک دانق، درہم کے چھٹے حصے کے برابر ہوتا ہے) کہا کرتے۔ "میرے لیے نہ کوئی زائد کپڑا تہ کرکے رکھا جاتا ہے نہ کوئی مکان تعمیر کیا جاتا ہے اور نہ میں کبھی کوئی خادم رکھتا ہوں۔"

ایک مکتوب

انھوں نے عباد بن عباد کو ایک مکتوب لکھا جو ان کی پاکیزگیٔ نفس اور حسنِ عادات و اطوار کی واضح ترین دلیل ہے اور اللہ، اس کے رسول، عوام، امرا و فقرا اور صلحا و فجار کے ساتھ ان کے معاملات پر وضاحت سے روشنی ڈالتا ہے اور وہ یہ ہے:

سفیان بن سعید کی طرف سے عباد بن عباد کی طرف!
تم پر سلام و رحمت ہو۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔!

اما بعد: میں تمھیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر تم اللہ عزوجل کے تقویٰ کو اپنا شعار بنالوگے تو اللہ لوگوں کے مقابلے میں تمھارے لیے کافی ہوگا اور اگر تم لوگوں سے ڈروگے اور ان سے خوف محسوس کروگے تو وہ اللہ کے مقابلے میں تیرے کام نہ آسکیں گے۔ تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں تمھیں ایک ایسا مکتوب لکھوں جس میں یہ بیان کیا جائے کہ تمھارے معاصرین کے کیا اوصاف ہیں اور یہ کہ تم پر ان کے کیا حقوق ہیں اور تم انھیں کس طرح ادا کرو اور اپنی فلاح و بہبود کے لیے اللہ سے انکساری سے دعا مانگو۔

واقعہ یہ ہے کہ تمھارا یہ سوال بہت اہم اور ضروری ہے۔ اس قسم کی باتوں کی اہمیت کا خیال رکھنے اور انھیں شائستہ التفات بنانے والے بہت کم لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ بلکہ کہنا چاہتے کہ نہیں ہیں۔ جب واقعہ یہ ہے تو اس کی قدر و قیمت اور اس کے تقاضوں کا اندازہ کیونکر لگایا جاسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ زمانہ اس قدر تکدر کا لبادہ اوڑھ چکا ہے کہ حق اور باطل کا امتیاز ختم ہوگیا ہے اور سچ اور جھوٹ باہم مل گئے ہیں۔ شر کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب سے وہی شخص نجات حاصل کرسکتا ہے جس نے اللہ کے حضور خشوع و خضوع سے دعا کرنے کو اپنا وطیرہ بنا رکھا ہو۔ کیا تم کسی ایک شخص کی بھی نشاندہی کرسکتے ہو، جس میں یہ جذبہ پایا جاتا ہو؟ کہا جاتا تھا کہ ایسا زمانہ آجائے گا جو کسی صاحب فہم اور خردمند کی نظر میں نہیں جچے گا اور کوئی ہوشمند و اہل فراست اس میں اطمینان کا سانس نہیں لے سکے گا، وہ دور آگیا ہے۔ اس میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ لوگوں سے الگ تھلگ رہو۔ اپنے آپ کی حفاظت کا اہتمام کرو۔ قرآن پاک سے قلبی تعلق پیدا کرو۔ امرا کی مجلسوں سے احتراز کرو۔ فقرا و مساکین سے قریبی رابطہ رکھو اور ان سے قرب و تعلق کو مغتنم جانو۔ اگر یہ طاقت رکھتے ہو کہ لوگوں کو نرمی سے خیر اور نیکی کی تلقین کرسکوگے اور تمھاری بات ان کے نزدیک شرف پذیرائی حاصل کرسکے گی تو اس پر اللہ عزوجل کا شکر بجا لاؤ اور اگر تمھاری بات نہ مانی جائے تو اس پر خود ہی عمل کی دیواریں استوار کرنا شروع کردو اور تمھیں اسی میں مشغول ہوجانا چاہیے۔ عزوجاہ کی طلب و

محبت سے دامن کشاں رہو۔ اس سے بے نیازی دنیا کے تمام امور سے بے نیاز رہنے سے زیادہ ضروری ہے۔ میرے علم و مطالعہ میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس زمانے کو پالینے سے پناہ مانگتے تھے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جن چیزوں سے ہم بے خبر ہیں، وہ ان کے احاطۂ علم و بصیرت میں تھیں۔ اندازہ کرو، ان کے مقابلے میں ہم کیا حیثیت رکھتے ہیں جبکہ ہم میں علم و بصیرت کی بھی کمی ہے۔ صبر و شکیب کی بھی قلت ہے اور خیر کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے ہمارے معاونین کی تعداد بھی بہت تھوڑی ہے، اس لیے کہ زمانے کی فضا مکدر ہو چکی ہے اور لوگوں میں فتنہ و فساد کی وبا پھیل گئی ہے۔ تم پہلی بات پر قائم رہو اور اسی سے تمسک کرو۔ گوشہ نشین ہو جاؤ، یہ زمانہ ہی گوشہ نشینی کا ہے اور اسی میں عافیت ہے۔ عوام سے قطع علائق کر لو اور جہاں تک ہو سکے لوگوں سے میل جول میں کمی کر دو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے "حرص و طمع سے دامن بچا کر رکھو، طمع فقر کا پیش خیمہ ہے اور بے نیازی غنا پیدا کرتی ہے۔"

بری مجلس اختیار کرنے کے بجائے گوشہ نشینی میں سکون و راحت کا سامان مضمر ہے۔ مشہور تابعی سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا قول ہے: "گوشہ نشینی عبادت ہے۔" جب یہ حضرات آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے تھے لیکن آج یہ جذبہ باقی نہیں رہا۔ ہمارے سامنے جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان کی روشنی میں اگر غور کیا جائے تو عافیت اسی میں ہے کہ عوامی میل جول کو ترک کر کے علیحدگی و انزوا کی زندگی اختیار کی جائے۔

دیکھو۔ امرا اور ان سے قرب و وابستگی سے بچو اور کسی معاملہ میں ان سے خلط ملط ہونے کی سعی نہ کرو۔ لوگوں کو دھوکے میں نہ رکھو۔ کسی سلسلے میں بھی کذب بیانی سے کام نہ لو۔ اگر تم سے سفارش کے لیے کہا جائے اور تم مظلوم یا ظلم سے صرفِ نظر کر لو تو یہ ابلیس کا دھوکا ہوگا۔ اس سے بچو۔ مظلوم کی سفارش ضرور کرنا چاہیے۔ ایک سفارش وہ بھی ہے جس کو علمائے فجار نے امرا تک رسائی کے لیے سیڑھی قرار دے رکھا ہے۔ اس قسم کی سفارش سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔ یہ جو کہا جاتا تھا بالکل صحیح تھا کہ جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے بچو۔

جو مسئلہ اور فتویٰ پوچھو، اسی پر اکتفا کرو۔ اس میں آگے نہ بڑھو۔ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اپنی ہی بات کو حرفِ آخر اور قابلِ عمل سمجھتے ہیں یا اپنے قول و عمل کی شہرت کے متمنی رہتے ہیں۔

اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ لوگ ان کی باتیں کامل انہماک اور توجہ سے سنیں۔

ریاست و امارت کے بلند مناصب پر فائز ہونے کی کبھی تمنا نہ کرو۔ کچھ لوگوں کے دلوں پر عہدہ و منصب کی محبت اور آرزو نے پوری طرح قبضہ کر رکھا ہے اور ان کے شب و روز اس کے طلب و حصول کی خواہش میں گذرتے ہیں۔ یاد رکھو۔ یہ چیز دنیا طلبی اور اس کے نتیجہ میں معصیت کا ایسا باریک دروازہ ہے جسے ماہر اور اصحاب بصیرت علما ہی دیکھ سکتے ہیں۔

لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی تعریف کبھی نہ کرو۔ تعریف و توصیف کی اس قسم کی عادت کسی صورت میں بھی مستحسن نہیں۔ یہ عادت چیونٹی کی رفتار سے بھی کم رفتار میں چلتی ہے اور بعض افراد کے دل میں گھر کر لیتی ہے اور پھر وہ اس کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ اپنے اندر خیر اور شر میں امتیاز کرنے کا سلیقہ اور جوہر پیدا کرو۔ بلاوجہ کسی کی تعریف کے پل نہ باندھو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں پر خیر و شر دونوں پیش کی جائیں گی مگر وہ یہ فیصلہ نہیں کر پائیں گے کہ دونوں میں سے کس کو قبول کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اُمّت محمدیہ پر اس وقت تک اللہ کا دست شفقت رہے گا اور وہ اس کا حامی و ناصر رہے گا، جب تک کہ اس کے علما، امرا کی طرف نہیں جھکیں گے، اس کے بہتر لوگ بُرے لوگوں سے ربط و تعلق نہیں رکھیں گے۔ اس کے نیک افراد فجار کی تعظیم نہیں کریں گے۔ جب وہ اس طرح کرنا شروع کر دیں گے تو اللہ ان پر سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا۔ ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا۔ ان کو بھوک اور فاقے میں مبتلا کر دے گا اور ان پر سرکش لوگوں کو مسلّط کر دے گا جو ان کو ہولناک تکلیفیں پہنچائیں گے۔ بعد ازاں مشکلات و مصائب کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ایک کے بعد دوسرا عذاب آئے گا جو اس درجہ شدید اور تکلیف دہ ہوگا کہ پہلے کو بھلا دے گا۔ ان حالات میں تمھارے لیے موت زندگی سے بہتر ہوگی۔

مَیں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ خواہشات کی بساط کو لپیٹ دو اور موت کو بہت یاد رکھو اگر موت کو زیادہ یاد رکھو گے تو دنیا کی تکلیفوں کا احساس کم ہوگا اور اگر موت کو کم یاد کرو گے تو دنیا کی مشکلات بڑھ جائیں گی۔ کیونکہ موت کی تکلیفوں کے مقابلے میں دنیا کی تکلیفیں دبی رہتی ہیں اور ان کا احساس

کم سے کم ہوتا ہے۔ موت کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ ہر وقت متوقع ہے۔ اللہ آپ کو اور ہم کو اس کی تکلیفوں سے محفوظ رکھے اور ہم سب کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ پر چلائے۔"

اس مکتوب کا ایک ایک لفظ ان کے زہد و ورع، خوفِ خدا محبتِ الٰہی اور دنیا سے قطع تعلق کا مظہر ہے۔ امام ثوری کی ذاتِ گرامی متعدد خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ وہ مفسر بھی تھے اور محدث بھی مجتہد بھی تھے اور فقیہ بھی۔ زاہد بھی تھے اور عابد بھی، خاشع و خاضع بھی تھے اور صاحب ورع و تقویٰ بھی۔ بیک وقت تمام اوصاف ان میں سمٹ آئے تھے۔ ان کے بارے میں خطیب بغدادی نے شعبہ کا جو یہ قول نقل کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے کہ:

"میدانِ علم و ورع میں لوگوں کی سیادت و قیادت کا جھنڈا سفیان ثوری کے ہاتھ میں ہے۔"

اسی طرح بقول خطیب ابو رجاء کہتے ہیں۔ "اگر ثوری کا دم نہ ہوتا تو زہد و ورع کی موت واقع ہو جاتی۔" (باقی آئندہ)

اسلامی جمہوریت

مولانا رئیس احمد جعفری

ملوک و سلاطین کا زمانہ گذر گیا اور موجودہ دور سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ درحقیقت جمہوریت کیا ہے؟ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس کے حدود و خصائص کیا ہیں؟ یہ کس طرح بروئے کار آتی ہے اور اس کا تحفظ کس طرح کیا جاتا ہے؟ دنیا نے اس کا جواب مختلف انداز میں دیا ہے لیکن اسلام نے جس جمہوریت کا خاکہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس پر عمل کر دکھایا۔ وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل منفرد اور یکتا ہے۔ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اسلامی جمہوریت کی وضاحت کی گئی ہے۔ قیمت: ۹ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور